بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولانا ولایت علی عظیم آبادی

تحریر: عبدالرشید عراقی

حضرت سید احمد شہید (ش۱۲۴۶ھ) اور حضرت شاہ اسمٰعیل شہید (ش۱۲۴۶ھ) کی تحریک تجدید احیائے دین اور جہاد کی تحریک تھی۔ توحید خالص کی تبلیغ، شرک و بدعت کی تردید، قبر پرستی کا استحصال اور جاہلانہ رسوم کی بیخ کنی اور اس کے ساتھ سادہ اسلامی زندگی کا احیا، توحید و سنت کی اشاعت اس تحریک کے خاص عنصر تھے۔ اس مقصد کے لئے حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید نے تقویۃ الایمان جیسی انقلاب آفرین کتاب لکھی۔ اس کتاب نے برصغیر میں ایک انقلاب برپا کردیا۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں کہ

"مولانا شاہ اسمٰعیل شہید کی تنہا تصنیف تقویۃ الایمان سے خلق خدا کو وہ فائدہ پہنچا۔ اور عقائد کی ایسی اصلاح ہوئی۔ کہ شاید کسی حکومت کی منظم کوشش سے مشکل سے ہوتی۔" (تاریخ دعوت و عزیمت ج۵ ص۳۷۸)

مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے تھے کہ

اس (تقویۃ الایمان) سے بہت نفع ہوا۔ چنانچہ مولوی اسمٰعیل صاحب کی حیات ہی میں دو ڈھائی لاکھ آدمی درست ہو گئے تھے۔ اور ان کے بعد جو کچھ نفع

ہوا۔ اس کا تو اندازہ ہی نہیں ہو سکتا۔(۱)

حضرت سید احمد شہید کی تحریک کا اہم ترین عنصر جہاد اور اصل مقصد حکومت الہیہ کا قیام تھا سید احمد شہید کی تحریک خالص اسلامی تحریک تھی۔ اور یہ تحریک اسلام کی اولین دعوت اور طریق نبوت سے قریب و مماثلت میں نہ صرف ۱۳ اویں صدی میں نظر نہیں آتی۔ جو اس کا عہد ہے بلکہ گزشتہ کئی صدیوں میں بھی اس جیسی ایمان آفرین تحریک اور صادقین و مخلصین کی ایسی مربوط و منظم جماعت کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔

حضرت سید احمد شہید اور آپ کے رفقاء نے اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر طاغوتی اور سکھا شاہی حکومت کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ دشمنوں سے مقابلہ کیا۔ مگر ملت کا نصیبہ ابھی سویا ہوا تھا۔ گردش کے دن ابھی باقی تھے۔ حالات نے

۱۔ اسیر الروایات طبع لاہور ص ۹۶۔

تقویۃ الایمان کے بعد علمائے اہلحدیث نے عقائد کی اصلاح، توحید و سنت کی اشاعت اور شرک و بدعت کی تردید میں کئی ایک رسالے لکھے مثلاً مسائل اربعین و ماتہ مسائل (مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی م ۱۲۶۲ھ)۔ نصیحۃ المسلمین و رسالہ جہادیہ (مولانا خرم علی بلہوری م ۱۲۷۳ھ)۔ رسالہ راہ سنت و رسالہ رد العقائد مشرکین (مولانا اولاد حسن تنوجی م ۱۲۵۳ھ)۔ رسالہ کلمات کفر و عقاید نامہ (مولانا سخاوت علی جونپوری م ۱۲۷۴ھ)۔ رسالہ دعوت و رسالہ رد الشرک (مولانا ولایت علی عظیم آبادی م ۱۲۶۶ھ)۔ رسالہ بت شکن (مولانا عنایت علی عظیم آبادی م ۱۲۷۶ھ)

(ہندوستان میں اہلحدیث کی علمی خدمات)

ناسازگاری دکھائی۔ اپنوں نے غیروں کا ساتھ دیا۔ اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۲۴۔ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ (٦۔ مئی ۱۸۳۱ء) کو حضرت سید احمد شہید اور حضرت شاہ اسمعیل شہید نے بالاکوٹ میں جام شہادت نوش کیا۔

تحریک کا دوسرا دور

حضرت سید احمد شہید اور مولانا اسمعیل شہید کی شہادت کے بعد شیخ ولی محمد پھلتی امیر جماعت قرار پائے۔ اور سپہ سالاری عامہ کے فرائض مولوی نصیر الدین منگلوری کے سپرد ہوئے۔ ۱۸۳۸ء میں مولوی نصیر الدین منگلوری نے شہادت پائی تو مولوی نصیر الدین دہلوی سپہ سالار مقرر ہوئے۔ مولوی سید نصیر الدین دہلوی نے حضرت سید احمد شہید اور مولانا شاہ اسمعیل شہید کی تحریک زندہ رکھنے کے لئے بہت محنت کی۔ مولانا غلام رسول مہر مرحوم لکھتے ہیں کہ

مولوی سید نصیر الدین کا ممتاز ترین کارنامہ یہ ہے کہ جب سید صاحب اور ان کے دوسرے بلند مرتبت رفقاء کی شہادت کے بعد جہاد کی گرم جوشیوں پر افسردگی طاری ہو گئی تو مولوی صاحب موصوف نے عزم و ہمت سے کام لے کر اس کاروبار کو تازہ رونق بخشی۔ (سرگزشت مجاہدین ص ۱۹۷)

مولوی سید نصیر الدین دہلوی نے ۱۸۴۰ء میں وفات پائی۔ اور ستھانہ میں دفن ہوئے۔ اور ان کی قبر ۱۸۴۱ء کی طغیانی دریائے سندھ میں بہہ گئی۔ (ایضاً ص ۱۹۶) مولوی نصیر الدین دہلوی کی وفات سے تحریک کا دوسرا دور ختم ہوا۔

تحریک کا تیسرا دور اور مولانا ولایت علی عظیم آبادی

مولوی سید نصیر الدین دہلوی کی وفات کے بعد مجاہدین نے میر اولاد علی کو اپنا امیر بنا لیا جو مولوی نصیر الدین منگلوری کی شہادت کے بعد تھوڑی دیر کے لئے منصب امارت پر فائز رہے تھے۔ بقول مولانا مہر مرحوم اس وقت مجاہدین کی تعداد بہت کم تھی۔ اور ساز و سامان بھی بقدر ضرورت موجود نہ تھا۔ لہذا انہوں نے جہاد فی سبیل اللہ کا چراغ تو روشن رکھا۔ لیکن کوئی قابل ذکر اقدام نہ کر سکے۔

حضرت سید احمد شہید نے یہاں تحریک جہاد کے ساتھ ساتھ پورے برصغیر میں وعظ و تبلیغ کا سلسلہ بھی جاری رکھا تھا اور اس سلسلہ میں برصغیر کے مختلف علاقوں میں مبلغ بھیجے جاتے تھے جو توحید و سنت کی اشاعت اور شرک بدعت کی تردید میں سرگرم عمل رہتے تھے۔ چنانچہ جب مولوی نصیر الدین دہلوی کی وفات ہو گئی۔ اور میر اولاد علی کوئی قابل ذکر کارنامہ سرانجام نہ دے سکے۔ تو مولانا ولایت علی عظیم آبادی جو اس وقت بنگال میں توحید و سنت کی اشاعت میں مصروف عمل تھے۔ ان کو امیر منتخب کیا گیا۔ اور اب تحریک حضرت سید احمد شہید کا تیسرا دور شروع ہوا۔

مولانا ولایت علی عظیم آبادی

مولانا ولایت علی ۱۲۰۵ھ (۹۱-۱۷۹۰ء) میں پیدا ہوئے۔ عظیم آباد آپ کا مولد و مسکن تھا۔ آپ کا خاندان صوبہ بہار کا ایک ممتاز خاندان تھا۔ آپ کے والد کا نام مولوی فتح علی تھا۔ اور آپ کے نانا رفیع الدین حسین خاں تھے۔ جو صوبہ بہار

کے ناظم و رئیس اور عمائد میں سے تھے۔ حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہید دہلوی کے تلمیذ خاص اور حضرت سید احمد شہید کے مخصوص خلیفہ تھے۔ ۱۲۴۸ء میں حج کے لئے تشریف لے گئے اور ۱۲۴۹ھ میں یمن پہنچے۔ اور امام محمد بن علی شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) سے حدیث کی سند حاصل کی (امام شوکانی ص ۴۸)۔

وعظ و تبلیغ اور درس و تدریس

حضرت سید احمد شہید سے رائے بریلی میں اکتساب فیض کے بعد واپس وطن آئے۔ تو اپنے آپ کو وعظ و تبلیغ اور درس و تدریس کے لئے وقف کر دیا۔ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی مرحوم و مغفور لکھتے ہیں کہ "تبلیغی اور تدریسی خدمات میں بھی کوتاہی نہیں فرمائی اشاعت علوم دینیہ میں بقدر وسعت کوششیں جاری رکھیں۔ حضرت شاہ عبدالقادر کا ترجمہ قرآن اور مولانا شہید کے رسائل سب سے پہلی مرتبہ آپ کی مساعی سے ہی طبع و شائع ہوئے۔ (امام شوکانی ص ۴۸)

تبلیغ کے سلسلہ میں مولانا ولایت علی حیدر آباد دکن تشریف لے گئے۔ اور ۴۔ سال حیدر آباد دکن میں توحید و سنت کی اشاعت اور شرک و بدعت کی تردید میں سرگرم عمل رہے۔ مولانا غلام رسول مہر مرحوم تذکرہ صادقہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ۔

اشاعت دین میں آپ کی انتھک کوشش غرب و شرق شمال و جنوب کل

کو محیط تھی۔ مجمعوں اور میلوں (مثلاً بہار کا چراغاں) میں بھی یہ غرض تبلیغ سے پہنچتے۔ اور نور بانوں کو کرگہ میں جا کر اور کسانوں کو ان کے کھیتوں میں پہنچ کر اللہ کی اطاعت و بندگی کی ترغیب دیتے۔ ان کی بدزبانی اور غصوں کو شربت کی طرح نوش کر جاتے آپ اپنے دور و سیر میں قریہ قریہ فروکش ہوتے جاتے۔ اور اللہ کی باتیں پہنچاتے جاتے۔ اس لئے اپنے مخصوص مقامات تک پہنچنے میں مہینوں او برسوں کی آپ کو دیر لگتی۔ (سرگزشت مجاہدین ص۲۱۶)

مولانا ولایت علی کے وعظ کی تاثیر

مولانا ولایت علی شجر عالم، بے نظیر محدث، فقہ و حدیث و سلوک کے جامع اسلاف کی یادگار، اسلام کے بے لوث مبلغ، توحید خالص کے پرجوش علمبردار تھے اس لئے آپ جب وعظ فرماتے تو سننے والے مسحور ہو جاتے۔ آپ کی وعظ پر تاثیر ہوتی تھی۔ جو سنتا اس کی حالت دگرگوں ہو جاتی۔ قیام وطن کے دوران آپ ہر منگل کو نماز مغرب کے بعد وعظ کرتے تھے۔ مردوں اور عورتوں کا ایک جم غفیر ہوتا تھا۔ تذکرہ صادقہ کی روایت کے مطابق مردوں کی تعداد پانچ چھ ہزار ہوتی تھی اور عورتوں کی تعداد پانچ چھ سو کے قریب ہوتی تھی۔ محی السنہ مولانا سید نواب صدیق حسن منوجی رئیس بھوپال (م ۱۳۱۷ھ) لکھتے ہیں کہ

مولانا ولایت علی نے جامع مسجد توفیج میں چند جمعہ تک وعظ کیا۔ مجھ سے کہہ گئے کہ تم کتاب بلوغ المرام ضرور پڑھنا۔ میں اس وقت بارہ تیرہ برس کا ہوں

گا۔(۱) اس کہنے کا نتیجہ ایک مدت دراز کے بعد یہ ظاہر ہوا کہ میں نے بلوغ المرام کی شرح مسک الختام لکھی۔ جو اثر سریع میں نے مولوی ولایت علی مرحوم کے وعظ میں پایا۔ کسی کے وعظ میں دیکھا نہ سنا ان کے پاس بیٹھنے سے دل دنیا سے بالکل بیزار ہو جاتا تھا۔ اور دین کا جوش تہ دل سے اٹھتا تھا۔ یہ مصرع میں نے انہیں سے یاد کر لیا تھا۔

"ہم طرز جنوں اور ہی ایجاد کریں گے۔"۲

مولانا ولایت علی کی عسکری خدمات

مولانا ولایت علی عظیم آبادی نے اسلام کی ہر طرح خدمات سرانجام دیں۔ جہاد کے سلسلہ میں تو آپ سر عسکر تھے۔ جب آپ امیر منتخب ہوئے تو اس وقت تحریک کس حال میں تھی اس کے بارے میں مولانا مسعود عالم ندوی (م ۱۹۵۵ء) لکھتے ہیں کہ

فاجعہ بالاکوٹ کے بعد تمام ملک پر اداسی چھائی ہوئی تھی۔ جماعت تتر بتر

۱۔ مولانا غلام رسول مہر مرحوم لکھتے ہیں کہ نواب صاحب مرحوم و مغفور کی عمر اس وقت ۱۲/۱۳ سال نہ تھی بلکہ ۱۷/۱۸ سال تھی۔ اس لئے کہ نواب صاحب کی تاریخ پیدائش ۱۹۔ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۸ھ/۱۴۔ اکتوبر ۱۸۳۲ء ہے۔ مولانا ولایت علی شوال ۱۲۶۵ھ میں عظیم آباد سے روانہ ہوئے تھے اور رمضان ۱۲۶۶ھ سے تقریباً ۲ ماہ قبل دہلی پہنچے تنوج میں ان کا دور جمادی الاولیٰ یا جمادی الاخریٰ ۱۲۶۶ھ میں ہونا چاہیئے۔ اس وقت نواب صاحب کی عمر کم و بیش ۱۸۔ سال کی ہوگی۔ (سرگزشت مجاہدین ص ۲۱۷)

۲۔ (ابقاء المنن والقاء المحن ص ۱۲)

ہو گئی۔ اچھوں اچھوں کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ جہاد کا سارا کام درہم برہم ہو رہا تھا۔ کہ عظیم آباد پٹنہ محلہ صادق پور کے ایک فرد نے یہ گرتا ہوا علم اپنے ہاتھوں سے تھام لیا ور زندگی بھر اسے سینے سے لگائے رکھا۔ اور پھر اس فرد کامل کے بعد اس کے بھائیوں، بھتیجوں، عزیزوں اور ماننے والوں نے جس طرح اپنے خون سے اس نخل خزاں دیدہ کی آبیاری کی وہ اسلامی ہند کی پوری تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔ سید صاحب کی شہادت کے بعد قیادت کی باگ مولانا ولادیت علی صادق پور عظیم آبادی (مولود ۱۲۰۵ھ) نے اپنے ہاتھوں میں لے لی۔ ابھی وہ دکن میں تبلیغ و ارشاد کے فرائض انجام دے رہے تھے کہ فاجعہ بالاکوٹ پیش آیا۔ امیر و شیخ کی شہادت کی خبر سنتے ہی وہ عظیم آباد واپس ہوئے اور دعوت و تبلیغ کی از سر نو تنظیم شروع کی۔ (ہندوستان کی پہلی اسلامی تاریخ ص ۵۶)

مولانا ولایت علی اور ان کا خاندان حضرت سید احمد شہید کا نہ صرف معتقد بلکہ جانثار تھا۔ اور حضرت سید احمد شہید کی محبت میں چور اور اسلام کے لئے سر بکف تھا۔ مولانا ولایت علی اور ان کے خاندان نے فرداً فرداً اور بحیثیت مجموعی حضرت سید احمد شہید کی وفاداری اور اسلام کی جانثاری کا ایسا حق ادا کیا کہ جس کی نظیر کسی دوسرے خاندان میں نہیں تھی۔

مولانا ولایت علی حضرت سید احمد شہید کے ساتھ ہجرت کر کے جہاد کی خاطر سرحد پار گئے۔ لیکن حضرت سید احمد شہید نے آپ کو تبلیغ کی غرض سے حیدر آباد دکن بھیج دیا۔ حیدر آباد میں آپ کا قیام چار سال رہا۔ جب فاجعہ بالاکوٹ پیش آیا۔ تو اس وقت مولانا ولایت علی حیدر آباد ہی میں تھے۔ اور فاجعہ بالاکوٹ

کے بعد آپ اپنے وطن عظیم آباد واپس پہنچے اور بہار، بنگال، اڑیسہ وغیرہ میں دعوت و تبلیغ کا سلسلہ قائم کر دیا۔ اور اس سلسلہ میں آپ اور آپ کے بھائی دعوت و تبلیغ میں مصروف عمل تھے۔ کہ آپ کو اس کی اطلاع ملی کہ سکھوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی ہے۔ اور ان کی حکومت میں ابتری پیدا ہو گئی اور اب میدان عمل میں قدم رکھنے کا اچھا موقع ہے۔ اور فضا سازگار ہے۔ اور اس وقت سرحد پار سید ضامن علی شاہ جن کا تعلق کاغان سے تھا سکھوں سے برسرپیکار تھے۔ انہوں نے مولانا ولایت علی کو اطلاع بھیجی کہ آپ تشریف لائیں۔ اور یہاں آغاز جہاد کے لئے سازگار فضا پیدا ہو چکی ہے۔ اس سے فائدہ اٹھا کر اسلامی حکومت کے استحکام و استواری کا بندوبست کریں۔

مولانا ولایت علی کو جب یہ پیغام موصول ہوا تو آپ نے اپنے بھائی مولانا عنائت علی کو بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ وہ اس وقت بنگال میں دعوت و تبلیغ میں مصروف تھے۔ مولانا ولایت علی نے ان کو عظیم آباد بلایا۔ وہ دو ہزار مجاہدین کے ساتھ عظیم آباد پہنچے۔ مولانا ولایت علی نے مصلحت دوراندیشی سے کام لیتے ہوئے مجاہدین کی جمعیت منتشر کر دی۔ اور یہ فیصلہ کیا کہ چار چار پانچ پانچ آدمیوں پر مشتمل مجاہدین سرحد پار جائیں۔ اور غالباً یہ سلسلہ چار پانچ ماہ جاری رہا۔

سرحد پار پہنچ کر مولانا عنائت علی نے سکھوں سے کئی لڑائیاں لڑی۔ اور ان لڑائیوں میں مجاہدین کو کامیابی ہوئی۔ اور اس کے بعد مولانا ولایت علی بھی سرحد پار پہنچ گئے۔ مولانا عنایت علی نے امارت کا پورا بار مولانا ولایت علی کے حوالے کر دیا۔ اور تمام مجاہدین نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ سید ضامن علی شاہ کاغانی نے

بھی آپ کی بیعت کی۔ اور یہ سب سلسلہ بالاکوٹ میں ہوا۔ جب مولانا ولایت علی امیر منتخب ہو گئے۔ تو اس وقت مجاہدین اور کشمیر کے راجہ گلاب سنگھ ڈوگرہ کے درمیان جنگ جاری تھی۔ مجاہدین اس جنگ میں کامیاب ہوئے۔ اور راجہ گلاب سنگھ نے انگریزوں کے سائے میں پناہ لی۔ انگریز اس وقت تک پنجاب کے ایک معقول حصہ پر قابض ہو چکے تھے۔ اور ملکی معالات میں ان کا پورا دخل تھا اور تھوڑے ہی دنوں بعد سکھوں کا پورا علاقہ انگریزوں کے قبضہ میں چلا گیا۔ حکومت نے مولانا ولایت علی کو اطلاع دی کہ اب گلاب سنگھ پر حملہ کرنا خود انگریزی حکومت سے لڑائی مول لینا ہو گی۔ اور حکومت کی پالیسی یہ تھی کہ جب تک ان پر براہ راست زد نہ پڑے مجاہدین سے ٹکر نہ لی جائے۔ اور انہیں سکھوں سے لڑنے دیا جائے۔ مجاہدین اور سکھوں میں سے جس کو بھی شکست ہو گی انگریزوں کا اس میں فائدہ ہے۔ اس لئے شروع شروع میں مجاہدین سے کوئی روک ٹوک نہیں کی گئی۔ لیکن جب پنجاب پر انگریزوں کا پورا قبضہ ہو گیا تو اب مجاہدین انگریزی حکومت کی نگاہ میں کھٹکنے لگے۔ اور دوسری طرف مجاہدین بھی انگریزوں سے نبرد آزما نہیں ہونا چاہتے تھے۔ مگر پھر بھی درہ دب پر مجاہدین اور انگریزوں میں جنگ ہو گئی۔ اور اس جنگ میں مجاہدین کو شکست ہوئی۔ اور مجاہدین کے لئے ایسی صورت بن گئی کہ ان کا کوئی مرکز نہ رہا۔

مولانا ولایت علی اور مولانا عنایت علی کو انگریزوں نے حراست میں لے کر واپس پٹنہ بھیج دیا۔ اور پٹنہ میں دو سال کے لئے نظر بند کر دیا۔ اور یہ پابندی لگا دی کہ آپ دو سال تک پٹنہ سے باہر نہیں جا سکتے۔ مولانا ولایت علی نے اپنے اس پٹنہ

کے دو سال کے قیام میں تبلیغ و تذکیر میں مصروف رہے۔ اور جب دو سال کی میعاد ختم ہوئی تو آپ نے پھر سرحد پار ہجرت کرنے کا ارادہ کرلیا۔ اور یکم ستمبر ۱۸۴۹ء (۱۴۔شوال ۱۲۶۵ھ) آپ پٹنہ سے نکلے۔ مولانا یحییٰ علی اور کئی دوسرے احباب آپ کے ساتھ تھے۔ جن کی تعداد تقریباً ۲ سو کے قریب تھی۔ اس ہجرت کے بارے میں مولانا غلام رسول مہر صاحب لکھتے ہیں۔

"مولانا ولایت علی اس گھرانے کے فرزند تھے جو بہار کے رؤساء میں شمار ہوتا تھا۔ بہت بڑی جائیداد کے مالک تھے۔ اور ان کے تمام اقرباء بھی رؤساء ہی میں محبوب تھے۔ لیکن دیکھئے عشق حق اور خدمت دین کے جذبہ صادقہ نے کس طرح ان سے سب کچھ چھڑا دیا۔ اور اس زندگی کی تڑپ دل میں پیدا کر دی۔ جس میں تکلیفوں، اذیتوں اور پریشانیوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ یہ کارنامے صرف ارباب عزیمت انجام دے سکتے ہیں۔ مولانا ولایت علی اور ان کے اکثر احباب سید صاحب کے فیض تربیت سے یقیناً ارباب عزیمت کا درجہ حاصل کر چکے تھے۔ (سرگزشت مجاہدین ص ۲۷۰)

ہجرت کے دوران مولانا ولایت علی کہاں کہاں گئے۔ اس کی ابھی تفصیل اور کیفیت تاریخ میں نہیں ملتی۔ تاہم ہجرت کے ڈیڑھ سال بعد آپ دہلی پہنچے۔ اور دہلی میں آپ کا قیام ۲ ماہ رہا۔ اور یہ زمانہ بہادر شاہ ظفر کا تھا۔ بادشاہ نے آپ کو دربار میں طلب کیا۔ مولانا ولایت علی ۷۵ مجاہدین کے ساتھ بادشاہ سے ملے۔ بادشاہ نے آپ سے مصافحہ اور معانقہ کیا۔ اس کے بعد آپ نے بادشاہ کی تحریک پر دربار میں وعظ کیا۔ آپ کے وعظ سے بہادر شاہ ظفر بہت متاثر ہوئے۔ مولانا ولایت علی جتنا

عرصہ دہلی میں ٹھہرے رہے۔ وعظ و تبلیغ میں مصروف رہے۔ اس کے بعد آپ دہلی سے روانہ ہوئے اور ۸۔ربیع الاخر ۱۲۶۷ھ/۱۰۔ فروری ۱۸۵۱ء کو ستھانہ پہنچ گئے۔

وفات

مولانا ولایت علی نے ۲۲ محرم ۱۲۶۹ھ/۵۔ نومبر ۱۸۵۲ء ۶۵۔ سال کی عمر میں ستھانہ میں انتقال کیا۔

بنا کر دند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کنداین عاشقان پاک طینت را

(امام شوکانی ص۴۸)

مولانا ولایت علی عظیم آبادی کا مسلک

مولانا ولایت علی عظیم آبادی حضرت شاہ اسمعیل شہید دہلوی کے شاگرد تھے اور مولانا شاہ اسمعیل شہید متبع سنت تھے۔ اور اپنے استاد کے فیض صحبت سے سنتوں پر براہ راست عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہوا اس کے بعد جب حج کو تشریف لے گئے تو واپسی پر یمن میں امام شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) سے حدیث پڑھی اور ان سے سند لی اور ان کی مشہور کتاب الدرر البہیتہ اپنے ساتھ ہندوستان واپس لائے۔

مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم لکھتے ہیں کہ

مولانا ولایت علی عظیم آبادی نے رد بدعت پر متعدد کتابیں شائع کیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنے خاندان میں عمل بالسنہ کی تجدید کی۔ صوبہ بہار اور بنگال

میں نکاح بیوگان کا آغاز آپ ہی کے خاندان سے ہوا۔ اس سنت کو خوب جاری کیا۔ ہزاروں بیوہ عورتوں کے نکاح کروائے۔ آپ کی ذات سے جو احیائے سنت ہوا۔ اس کی تفصیل کے لئے ایک دفتر چاہیئے۔

امام شوکانی سے جو حنفی نہیں بلکہ سلفی محدث اور تقلید کے منکر و مخالف تھے۔ حدیث کی سند حاصل کی اور ان کی کتاب الدرر البہیہ اپنے ساتھ ہندوستان واپس لائے۔ الدرر البہیہ کو کوئی حنفی عالم پسند نہیں کر سکتا۔ یہ فقہ کی ایک ایسی کتاب ہے جس کے مسائل زیادہ تر اہلحدیث کے موافق اور حنفیہ کے خلاف ہیں۔ (ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص ۶۰ تا ۶۳)

مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم لکھتے ہیں کہ

پٹنے کے مولانا ولایت علی مرحوم جو کہ بالاکوٹ میں موجود نہ تھے۔ موصوف مولانا اسمٰعیل شہید کی اس جماعت کے خاص رکن تھے۔ جو مولانا شہید نے حجۃ اللہ البالغہ پڑھنے کے بعد اس پر عمل کرنے والی ایک جماعت بنائی تھی۔ یہ لوگ رفع الیدین اور آمین بالجہر کیا کرتے۔ (شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک ص ۱۳۰)

اس شہادت کے بعد کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے اس ثبوت میں کہ مولانا ولایت علی عظیم آبادی اہلحدیث تھے۔ مولانا ولایت علی کے اہلحدیث ہونے کے ثبوت میں ان کا ایک رسالہ عمل بالحدیث ہے۔ جو فارسی زبان میں ہے اور مطبوع ہے۔

مولانا غلام رسول مہر مرحوم نے سرگزشت مجاہدین میں لکھا ہے کہ تحریک حضرت سید احمد شہید کے آخری دور میں اعانت المجاہدین کا اکثر و بیشتر کام زیادہ تر اہلحدیث حضرات ہی انجام دیتے رہے۔

باب الفتاویٰ

سوال:۔ زید نے اپنی وفات کے وقت ایک مکان اور پانچ وارث چھوڑے، متوفی کی وفات کے بعد معلوم ہوا کہ اس نے یہ مکان تقریباً ۲۵-سال قبل اپنی ایک بیٹی کے نام لکھوادیا تھا جو اس بیٹی نے وفات کے بعد بتایا۔ اب مطلوب یہ ہے کہ کیا کوئی شخص اپنے تمام ورثاء کو نظرانداز کر کے اپنی جائیداد کسی ایک وارث کو بطور رھبہ (گفٹ) دے سکتا ہے یا نہیں اور ایسی گفٹ وغیرہ کا شرعی حکم کیا ہے؟

اور صورت مسئولہ میں کتاب وسنت کی روشنی میں کیا کرنا چاہیئے۔

الجواب بعون الوہاب

صورت مسئولہ میں زید کا اپنے دیگر ورثاء کو نظرانداز کر کے ایک وارث کے نام مکان وغیرہ لگوانا شرعاً درست نہیں۔ حدیث شریف میں مذکور ہے۔

عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنهما انه قال ان اباه اتیٰ به رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فقال انی نحلت ابنی هذا غلاماً کان لی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اکل ولدک نحلته مثل هذا فقال لا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فارجعه۔ وفی روایة۔ قال اتقوا اللہ واعدلوا فی اولادکم فرجع ابی فرد تلک الصدقة۔ و فی روایة۔ قال لابیه لاتشهد نی علی جور۔ (رواه مسلم ۲/۳۷)

نعمان بن بشیر کہتے ہیں کہ اس کا باپ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا اور کہا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو غلام بطور ہدیتہ دیا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا